

ہماری زندگیوں کی ترتیب نو میں ایک بڑی رکاوٹ

حقیقی تبدیلی آپ کے اندر سے شروع ہوتی ہے، لیکن آپ کے ارد گرد کی دنیا کو اس کا ساتھ دینے میں وقت لگتا ہے۔ جب آپ کی اقدار بدلیں، تو لوگوں کی مزاحمت یا مخالفت کو، رد کیے جانے کے مترادف نہ سمجھیں۔ ترقی ڈرامائی اعلانات سے نہیں، بلکہ خاموش تسلسل، صبر اور حکمت سے برقرار رہتی ہے۔ جس چیز کی اہمیت ہے، اس کی طرف قدم بڑھانے کے لیے آپ کو فوراً ہر کسی کی توثیق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نرمی سے بدلیں، نرم دلی سے بات چیت کریں، ثابت قدم رہیں، اور اپنی زندگی کو اپنے الفاظ سے پہلے خود ایک وضاحت بن جانے دیں۔

میں نے ہچکچاتے ہوئے، تقریباً معذرت خواہانہ انداز میں کہا، "میں اپنی نمازوں میں زیادہ باقاعدگی لانے کی کوشش کر رہا ہوں،" میں نے انہیں بتایا۔ "خاص طور پر فجر میں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میں دس بجے تک سونا چاہتا ہوں۔ لیکن میرے آس پاس کے لوگ نہیں سمجھتے۔ ویک اینڈ کی محفلیں دیر تک چلتی ہیں۔ گھر والے رات گئے تک کے کھانے، فلموں اور لمبی بیٹھکوں کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ جب میں انکار کرتا ہوں، تو ایسا لگتا ہے جیسے میں ان کا دل دکھا رہا ہوں۔ اور پھر میں الجھن کا شکار ہو جاتا ہوں۔ کیا ہمیں خدا کے حقوق اور بندوں کے حقوق، دونوں کو پورا نہیں کرنا چاہیے؟"

انہوں نے خاموشی سے سنا۔ پھر انہوں نے ایک ایسی بات کہی جس نے فوری طور پر میرے اندر کے تناؤ کو کم کر دیا۔ انہوں نے کہا، "اس تبدیلی کے لیے فوری مدد کی امید نہ رکھیں جو صرف آپ کے اندر رونما ہوئی ہے۔" وہ الفاظ میرے ذہن میں نقش ہو گئے۔

انہوں نے وضاحت کی کہ جب بھی کوئی حقیقی اندرونی تبدیلی آتی ہے۔ خاص طور پر مذہبی یا اخلاقی۔ تو یہ موجودہ سماجی نظام کے ساتھ ایک ٹکراؤ پیدا کرتی ہے۔ خاندان، معمولات، دوستیاں اور ان کہی توقعات، یہ سب ہمارے پرانے روپ کے مطابق ڈھلے ہوتے ہیں۔ جب ہم بدلتے ہیں، تو ماحول خود بخود اس کے مطابق نہیں بدل جاتا۔ انہوں نے کہا، "آپ کسی جزیرے پر نہیں رہ رہے۔ آپ ایک ایسے معاشرے کا حصہ ہیں جس کا آپ کی اس تبدیلی سے پہلے ہی اپنا ایک ڈھب اور اپنی ایک رفتار تھی۔"

اس بات نے سوچ کا زاویہ ہی بدل دیا۔ اب تک میں لوگوں کی مخالفت کو ان کی بے رخی سمجھ رہا تھا کہ جیسے انہیں میرے عقیدے کا کوئی احترام ہی نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے مجھے دوسرا رخ دکھایا: مزاحمت اکثر صرف ایک وقتی تاخیر ہوتی ہے۔ تبدیلی ایک جگہ آئی ہے، ہر جگہ نہیں۔

انہوں نے مجھے ایک عام غلطی کے بارے میں متنبہ کیا۔ انہوں نے کہا، "اگر آپ بہت جلدی سخت ہو جائیں گے، تو آپ خود کو تھکا دیں گے۔ اور اگر آپ یہ مطالبہ کریں گے کہ دوسرے فوری طور پر آپ کے مطابق ڈھل جائیں، تو آپ رشتوں کو تناؤ میں ڈال دیں گے۔"

یہ بات دل کو لگی۔ میں گناہ کے احساس اور سرکشی کے درمیان معلق تھا: یا تو خود کو رات گئے کی محفلوں میں شرکت پر مجبور کرتا اور فجر قضا کر دیتا، یا پھر مکمل طور پر کنارہ کش ہو کر دل میں کڑھتا رہتا۔ دونوں ہی راستے غلط معلوم ہوتے تھے۔

کچھ دیر بعد میں نے پوچھا، "پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"پہلے خود کو ڈھالیں، بات چیت بعد میں کریں۔" انہوں نے وضاحت کی کہ تبدیلی کے ابتدائی مراحل میں عاجزی، صبر اور تدریج ہم آہنگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ڈرامائی اعلانات کی نہیں۔ نہ دوسروں پر اخلاقی برتری جتانے کی۔ ہر معاملے کو حق و باطل کا معرکہ بنا کر پیش کرنا بھی درست نہیں۔ انہوں نے کہا، "کبھی کبھی، آپ خاموشی سے اس تکلیف کو خود برداشت کر لیتے ہیں۔"

انہوں نے اپنی زندگی سے ایک مثال شیئر کی۔ جب انہوں نے پہلی بار فجر کے حساب سے اپنی نیند کو ترتیب دینے کی کوشش کی، تو اس سے سب کچھ درہم برہم ہو گیا: خاندانی رات کے کھانے، سماجی دعوتیں، یہاں تک کہ ان کی اپنی بائیولوجیکل کلاک (Biological clock) بھی۔ کچھ راتیں ایسی تھیں جب وہ جلدی سونے کے لیے جدوجہد کرتے تھے، اور کچھ صبحیں ایسی تھیں جب وہ شدید تھکن کے ساتھ بیدار ہوتے تھے۔ یہ کوئی ہموار یا مثالی صورت حال نہیں تھی۔ انہوں نے کہا، "لیکن وقت کے ساتھ، نظام نے خود کو ڈھال لیا۔" بچوں نے رات گئے کے کھانوں پر ان کا انتظار کرنا چھوڑ دیا۔ دوستوں نے اصرار کرنا بند کر دیا۔ اس لیے نہیں کہ انہوں نے اس کا مطالبہ کیا تھا، بلکہ اس لیے کہ ان کے تسلسل نے اس تبدیلی کو ایک واضح جواز فراہم کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا، "وہ تسلسل جا رہا ہے نہیں تھا۔ وہ پرسکون تھا۔"

وہ فرق معمولی نہیں تھا وہ خاص اہمیت کا حامل تھا۔

انہوں نے ایک باریک لیکن طاقتور بات پر زور دیا: تبدیلی آپ کی اپنی ہے۔ اس کے مطابق ڈھلنے کا بوجھ بھی شروع میں آپ ہی کا ہے۔ انہوں نے کہا، "جب تبدیلی اندرونی ہو، تو لچک کا مظاہرہ باہر (ماحول میں) کرنا پڑتا ہے۔"

یہ کہنے کے بجائے کہ "آپ کو سمجھنا چاہیے"، انہوں نے سوالات پوچھنے کی ترغیب دی: "کیا آپ کو لگتا ہے کہ یہ ایک اچھی تبدیلی ہے؟" "کیا آپ کے خیال میں فجر کے لیے جاگنا اہمیت رکھتا ہے؟" "کیا ہم تھوڑا سا ہی سہی، کچھ سمجھوتہ کر سکتے ہیں، چاہے مکمل طور پر نہ ہو؟"

بحشیں نہیں، گفتگو۔ خطبے نہیں، مشترکہ غور و فکر۔ انہوں نے اس فکری مغالطے سے بھی روکا جہاں معاملات کو صرف سیاہ یا سفید (دو انتہاؤں) کے چشمے سے دیکھا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا، "ضروری نہیں کہ آپ رات گئے کی ہر محفل میں شرکت کریں۔ اور آپ کو زندگی کا بائیکاٹ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔" کچھ تقاریب ناگزیر ہوں گی۔ کچھ سمجھوتے عارضی ہوں گے۔ کچھ راتیں نامکمل ہوں گی۔ اس سے اس سمت کی نفی نہیں ہوتی

جس پر آپ گامزن ہیں۔ انہوں نے مجھے یاد دلایا، "طرز زندگی میں تبدیلی (Lifestyle change) کوئی سوچ نہیں ہے جسے یکدم آن یا آف کر دیا جائے۔ یہ ایک ڈھلان ہے جس پر دھیرے دھیرے آگے بڑھنا ہوتا ہے۔"

پھر انہوں نے اس احساسِ جرم پر بات کی جس کا میں نے کھل کر اظہار نہیں کیا تھا۔ انہوں نے کہا، "بندوں کے حقوق پورے کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ اپنے ضمیر کے خلاف زندگی گزاریں۔ اور خدا کے حقوق پورے کرنے کے لیے جذباتی سختی کی ضرورت نہیں ہوتی۔" اس جملے سے ایسا لگا جیسے زندگی میں توازن واپس آ گیا ہو۔

انہوں نے سمجھایا کہ لوگوں کے حقوق تب متاثر ہوتے ہیں جب ان سے لاپرواہی، بدتمیزی یا ظلم کیا جائے، نہ کہ تب جب کوئی انسان اپنی ذمہ داری کے احساس کے تحت ایک جائز حد مقرر کرے۔ انہوں نے کہا، آپ لوگوں کو خود سے دور نہیں کر رہے، بلکہ آپ اپنی زندگی کو نئے سرے سے ترتیب دے رہے ہیں اور نئی ترتیب شروع میں ہمیشہ گراں گزرتی ہے۔

انہوں نے بتدریج آگے بڑھنے پر زور دیا۔ اگر دس بجے سونا ناممکن لگتا ہے، تو ساڑھے دس بجے سو جائیں۔ اگر فجر جلدی ہے، تو نماز پڑھیں اور پھر آرام کر لیں۔ کمالِ بندگی کا مطالبہ کرنے کے بجائے آہستہ آہستہ رفتار بڑھائیں۔ انہوں نے کہا، "شدید اور یکدم تبدیلی اکثر ناکام ہو جاتی ہے۔ بتدریج آنے والی تبدیلی پائیدار ہوتی ہے۔"

سب سے اہم حصہ آخر میں آیا: انہوں نے کہا، "اس بات کو اس بنیاد پر نہ پرکھیں کہ آیا وہ اس کی تائید کرتے ہیں یا نہیں۔ اسے اس بنیاد پر پرکھیں کہ آیا آپ اسے برقرار رکھ سکتے ہیں یا نہیں۔" تائید شاید بعد میں مل جائے، یا شاید نہ ملے۔ دونوں صورتوں میں، دانشمندی اسی میں ہے کہ آپ خدا کے ساتھ اپنے تعلق کی فکر کرنے پر معذرت خواہانہ رویہ اپنائے بغیر نرم مزاج، لچکدار اور مستقل مزاج رہیں۔

جب میں ان کی باتوں پر غور کرنے بیٹھا، تو میرے اندر کچھ نرمی پیدا ہو گئی۔ مجھے احساس ہوا کہ میں غلط سوال پوچھ رہا تھا۔ یہ پوچھنے کے بجائے کہ "وہ میری مدد کیوں نہیں کر رہے؟" مجھے یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ "میں خود کو یا انہیں کھوئے بغیر اس راستے پر کیسے چل سکتا ہوں؟"

مجھے احساس ہوا کہ ایمان کا تعلق صرف عقیدت سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق صبر، حکمت اور صحیح وقت کے انتخاب سے بھی ہے۔ اور کبھی کبھی، سب سے زیادہ صاحبِ ایمان ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ آپ خاموشی سے بدل جائیں، اور دنیا کو اپنے ساتھ چلنے کا وقت دیں۔